بسم الله الرحمن الرحیم

سوال وجواب

ملک شام میں امریکہ اور روس کی حرکات

حریری سعودی حکومت کا تابعدار ہے

پہلا سوال: ہم جانتے ہیں کہ روس ملک شام میں امریکہ سے کیے گئے معاہدے کے تحت یا اس کے حکم کے تحت داخل ہوا تھا تاکہ بشار حکومت کو برقرار رکھے یا اپوزیشن کے ساتھ کسی سیاسی حل تک پہنچنے کے لئے ماحول تیار کرے؟ البتہ اس دوران یہ بھی دیکھا گیا کہ امریکہ روس کے ذریعہ بشار حکومت اور شامی اپوزیشن کو آستانہ، سوچی و دیگر شہروں میں ساتھ بٹھا کر میٹنگ کرنے کی کوششوں کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور اگر امریکی میٹنگ میں شریک بھی ہوگا تو اردن کی طرح بطور مبصر ہوگا، ان سب باتوں کا کیا مطلب ہے، شکریہ؟

جواب: آپ کے سوال کا جوب ان دو لفظوں میں بیان کیا جا سکتا ہے: امریکہ کا غرور اور روس کی حماقت اور اس کی وضاحت اس طرح ہے:

1- یہ سچ ہے کہ روس کی مداخلت امریکہ کی رضامندی یا پھر اس کے حکم سے ہوئی تھی تاکہ امریکی مفادات کی تکمیل کی ہو سکے اور اس سے قبل ہم نے اس بات کو 11 اکتوبر 2015 میں شائع ایک خبرنامے کے ذریعہ بیان کیا تھا کہ "۔ المیہ یہ ہے کہ امریکہ نے دنیا کو دکھایا کہ وہ انقلابیوں کے ساتھ ہے چنانچہ ان کے خلاف سرعام جنگ کرنا اس کے لئے ممکن نہ تھا اور انہوں نے حکومت کو زبردست نقصان پہنچا دیا تھا، اور امریکی متبادل حل ابھی بھی تیار نہیں ہو سکا تھا چنانچہ اس کے گندے کھیل میں گندا کام روس کو کرنا تھا چنانچہ روس کا کردار پہلے حکومت کی کھل کر حمایت و مدد کرنا تھا اور پھر انقلابیوں کے خلاف لڑنے کے لئے کھڑا ہونا تھا تاکہ پھر ان کے خلاف جنگ کے لیے روس کو جواز مل سکے اور بشار حکومت امریکی فرمان کے مطابق روس کو جنگ کی دعوت دینے کے لئے تیار تھی اور یہی کچھ انجام پایا۔ روس نے امریکہ کی چاکری میں اس گندے کھیل میں اپنا گھناؤنا شیطانی کردار ادا کرنا قبول کیا!"۔ اور ہم نے اس کی وضاحت 18 نومبر 2015 کو ایک سوال کے جواب میں بعنوان "ملک شام میں برپا ہونے والی صورتحال" میں کی تھی، جس کے مطابق:

"ا۔ ملک شام میں 30 ستمبر 2015 کو روسی جاحیت کے شروع ہونے سے فوری قبل 29 ستمبر 2015 کو پوٹن اور اوبامہ نے ایک ملاقات کی تھی اور یہ 90 منٹ چلی تھی جس کے پہلے حصے میں یوکرین کے بحران پر بات ہوئی جبکہ باقی وقت میں دونوں صدور نے اپنی توجہ ملک شام کے بحران پر رکھی" اس ملاقات کا نتیجہ فوراً اس طرح ظاہر ہوا کہ "30 ستمبر 2015 کو روسی فیڈریشن کونسل نے ملک شام میں روسی فضائی افواج کو استعمال کرنے کی پوٹن کی درخواست کی اتفاق رائے سے منظوری دی۔۔۔ رشیاء ٹوڈے 30/09/2015"۔

ب۔ حتی کہ جن علاقوں پر روس نے بمباری کی انہیں زیادہ تر امریکی مرضی کے مطابق نشانہ بنایا گیا تھا۔ 4 اکتوبر 2015 کو سی این این نے بتایا کہ: "جنرل آندرئی کارتاپولوف General Andrey Kartapolov جو روسی فوج کے جنرل اسٹاف کا ملٹری آفیسر ہے، اس

نے 3 اکتوبر 2015 ہفتے کی شام بتایا کہ ملک شام میں جن علاقوں میں روسی فضائی افواج نے بمباری کی ہے اس کی نشاندہی امریکی ملٹری کمان نے پہلے ہی ایسے علاقوں کے طور پر کی تھی جہاں صرف دہشت گرد رہتے ہیں"۔"

اس طرح امریکہ نے روس کو ملک شام میں متعارف کروایا تاکہ بشار حکومت کی حمایت و مدد کرے اور امریکی حل کے لئے ماحول تیار کرے۔ روس ملک شام میں اپنی مرضی کا حل دینے کی غرض سے داخل نہیں ہوا اور نہ ہی وہ ملک شام میں اپنی حرکات کا خود مالک ہے البتہ روس کی حماقت بالخصوص ملک شام میں بے تحاشا روسی ظلم کے بعد جب وہ گرتی ہوئی بشار حکومت کو چلائے رکھنے میں کامیاب ہوا تو اس بات نے روس کو حماقت میں مبتلاء کر دیا کہ وہ خود اس سیاسی صورت حال کا حل دے سکتا ہے اور اس نے خیال کیا کہ امریکہ اس کی مخالفت نہیں کرے گا بلکہ وہ راضی رہے گا جب تک روس اس ظلم و بربریت کے کردار پر قائم ہے جس کے ذریعہ وہ بشار حکومت کو جاری رکھنے میں کامیاب ہے جیسا کہ امریکہ نے اسے کردار اداء کرنے کا حکم دیا تھا۔

2-اپنی اس غلط فہمی کی بناء پر روس نے آستانہ اور سوچی میں ملک شام کے مختلف فریقوں کو میٹنگ کی دعوت دی اور منصوبے بنائے اور اس میں شرکت کے لئے امریکہ کو مدعو کیا گیا تاکہ امریکہ اس کے ہمراہ فعال کردار نبھائے: "بسکاف نے آج یعنی ہفتے کے روز بتایا کہ حالیہ دنوں میں ملک شام کے مسئلہ کے حل سے متعلق مثبت پیش رفت ہوئی ہے، البتہ اس پیش رفت کو اگلے مرحلہ میں لے جانے کے لئے مشترکہ جدوجہد درکار ہے اور یہ تمام روس سے اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ امریکہ کے ساتھ مل کر ہر ایک صورت حال میں معاملات کو طئے کرتا رہے"(اورینٹ نیوز 4/11/2017)۔ روس یہ امید کر رہا تھا کہ روسی صدر پوٹن اور امریکی صدر ٹرمپ کے درمیان ویتنام میں 10 نومبر 2017 کو APEC سربراہی اجلاس کے دوران سربراہی ملاقات ہو گی اور روس نے کھلے طور پر کئی بار اس بات کا اعادہ کیا کہ دونوں صدر کے درمیان اس سمٹ کے دوران ملاقات اس طرح ہونی چاہیے کہ جس سے یہ نشاندہی ہو کہ باہمی تعلقات اور ملک شام کے لئے روس کو امریکہ سے اشتراک و تعاون درکار ہے لیکن امریکہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ دونوں صدر کی جانب سے ایک مشترکہ بیان دینے پر اکتفاء کیا جو ظاہر کرے کہ گویا کوئی ملاقات انجام پائی ہے حالانکہ بات چیت ملاقات کے درجہ پر نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ بیان دونوں فریقین کے ماہرین کی جانب سے تیار کیا ہوا بیان تھا اور دونوں صدور نے صرف مصافحہ ہی کرنا تھا، اور یہ روس کی جانب سے امریکہ کو درخواست کرنے کی مثال ہے جو روس کے لئے سوائے ذلت اٹھانے کے کچھ اور نہیں ہے۔

3-البتہ روس جانتا ہے کہ امریکہ کو ساتھ لئے بغیر وہ آگے بڑھ بھی نہیں سکتا اور اس امید سے ایک کے بعد دوسری درخواستیں کرتا رہا تاکہ کچھ جواب آ جائے، اور یہ ایک قسم کی ذلّت ہے جو ظاہر ہونا شروع ہوئی جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ روس کی جانب سے پوٹن اور ٹرمپ کے درمیان ملاقات کرانے کا مطالبہ کیا گیا۔

اور چونکہ روس کو ملک شام کے مسئلے کے حل کو حاصل کرنے کی جلدی ہے لہٰذا اس کے صدر نے مجرم بشار کو 20 نومبر 2017 کے دن سوچی میں ملاقات کے لئے مدعو کیا اور اس کے بعد 21 نومبر 2017 کو ٹرمپ سے رابطہ کر کے اس کو بتایا کہ بشار کے ساتھ اس کی ملاقات و بات چیت کیسی رہی، "آج منگل کے روز روسی صدر ولادیمیر پوٹن نے اپنے امریکی ہم منصب ڈونلڈ ٹرمپ کو کال کی اور یہ بات چیت ملک شام کے بحران اور بشار الاسد سے اس کی ملاقات کے نتائج پر مرکوز رہی"(رشیاء ٹوڈے 21/11/2017)۔

اس طرح روس جلد از جلد ملک شام کے بحران کا حل چاہتا ہے، ہمیشہ کی طرح اس خام خیالی میں مبتلاء ہے کہ وہ ایک سوپر پاور ہے جو ملک شام میں مسئلہ کے حل کے لئے امریکہ کے برابر شریک ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سیاسی حل حاصل کرنے کے لئے نہایت بے تاب ہے کیونکہ یہ اس کے لیے اس

بحران سے باہر نکلنے کی بہترین صورت ہے اور ملک شام کا جلد سیاسی حل آنا روسی معیشت میں ہونے والی کمی کو بالخصوص روس کی شام میں فوجی مداخلت کے سبب معاشی بوجھ کی وجہ سے مزید برباد ہونے سے بچائے گا۔ ان تمام باتوں کی وجہ سے روس نے میٹنگ کی خاطر پہل کی تاکہ ظاہر ہو کہ وہی اس ملاقات کی سربراہی کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے بشار کو مدعو کیا پھر اردوان کو اور پھر روحانی کو بلایا اور پھر اس نے نام نہاد ملک شام کے مختلف لوگوں کے نمائندوں کو دعوت دی تاکہ اس بحران کو حل کیا جاسکے۔ روس امریکہ سے بار بار درخواست کر رہا ہے تاکہ جلد از جلد حل کے لئے اس کے ساتھ اشتراک کرے اور اس نے اپنی افواج کے انخلاء کے ارادے کا اعلان بھی کیا ہے: "بہت ممکن ہے تاکہ روسی افواج کی ملک شام میں موجودگی میں بڑی تعداد میں کمی لائی جائے گی اور یہ اس سال کے اختتام تک شروع ہو جائے گا" - والیری گیراسیموف جو کہ روسی ہتھیار بند افواج کا چیف ہے اس نے جمعرات کے روز بیان دیا (ایورونیوز- 23/11/2017) البتہ امریکہ روس کی درخواست کا جواب دینے میں برابر تاخیر کئے جا رہا ہے۔

4- یہ ملک شام کے تعلق سے روس کے لئے امریکی گیم ہے یعنی اس کو اس دلدل میں پھنسا دیا جائے اور اس کے مطالبات کو نظر انداز کرتا رہے اور کچھ معاملات کے سوائے اس کے ساتھ اشتراک نہ کرے اور وہ اشتراک بھی دیگر ذرائع یعنی ایجنٹوں وغیرہ کے ذریعہ کرے، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ روس ملک شام کا سیاسی حل تلاش کرنے میں بری طرح ناکام ہونے والا ہے جیسا کہ روس ملک شام میں امریکہ کی بنائی زبردست دلدل میں دھنستا چلا جا رہا ہے۔ امریکہ جس مقصد کے لئے خاموش رہ کر روس کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے وہ امریکہ کی بالادستی کے لئے ملک شام میں انقلاب اور اسلامی صورت حال کے خلاف روس کے استعمال کو جاری رکھنا ہے۔ سوچی اور ماسکو میں نظر آنے والی میٹنگز، تقریبات و کانفرنسوں کے مناظر کے باوجود ملک شام کے بحران کے حل میں روس کے پاس خود کا کوئی قائدانہ کردار نہیں ہے۔

اور جب تک روس کے سامنے امریکہ کا بنایا راستہ صاف نظر نہیں آتا ہے تب تک ملک شام میں حل کے لئے روس کی تمام پیش قدمیاں بے سود ہوں گی جو امریکہ کی شرکت کی محتاج ہوں گی اور امریکہ کے لئے جب اس کے متوقع حل کے لئے درکار عناصر تیار ہو جائیں گے تب وہ اقوام متحدہ کے ذریعہ خود آگے بڑھ کر یا پھر خطے میں موجود اتحادیوں کے ساتھ ملک شام میں حل کو نافذ کرے گا۔

5- ملک شام میں امریکہ اور روس کی حرکات سے یہی کچھ ظاہر ہوتا ہے جو انشاء اللہ تمام ناکام ہوں گی، اگر جنگجو گروہ صراط مستقیم پر چلیں اور خطے کے امریکی وفادار ایجنٹوں سے اپنا تعلق توڑ لیں بالخصوص ترکی اور سعودی عربیہ کے ساتھ اور پھر اخلاص کے ساتھ حکومت کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو جائیں اور امت کے دیگر مخلص افراد و گروہوں سے مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں تو انشاءاللہ ملک شام میں امریکہ اور روس ناکام و نامراد رہیں گے جس سے اُن کی کمر ٹوٹ جائے گی اور وہ شکست کھا کر سب کچھ چھوڑ کر بھاگیں گے اور یہ سب کرنا اللہ کے لئے ذرا بھی مشکل نہیں ہے۔

====================

دوسرا سوال: لبنان کے الحریری نے اپنا استعفی واپس لے لیا اور 5 دسمبر 2017 کو اس کی چیرمین شپ میں کابینہ کا اجلاس ہوا اور اس کے بعد اس نے کہا کہ کابینہ نے طئے کیا ہے کہ وہ لبنان کے باہر کسی بھی معاملے میں مداخلت نہیں کریں گے۔ حریری کے افعال کو دیکھنے پر تضادات سامنے ظاہر ہوتے ہیں۔ لبنان میں لمبے عرصہ تک صدارتی خلاء باقی رہنے کے بعد حریری نے 20 اکتوبر 2016 کو اعون سے ملاقات کی اور یہ جانتے ہوئے کہ اعون اور حزب اللہ ایک ساتھ ہیں ان کے ساتھ صدارت اور حکومت کے متعلق اتفاق کر لیا۔ 4 نومبر 2017 کو حریری نے سعودی عرب سے ہی اپنے استعفی کا اعلان کیا

اور حزب اللہ پر اپنا غصے کا اظہار کیا، اور پھر اس کے بعد استعفی واپس لے لیا اور پھر دوبارہ سے اسی حکومت میں شامل ہو گیا جس میں حزب اللہ بھی شامل ہے۔اس پس منظر اور تضاد کی کیا وجہ ہے ؟اور کیا ایران اور اس کی پارٹی کے اثر ورسوخ کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ؟ کیا موجودہ صورت حال کا فائدہ اٹھا کر یہودی ریاست کی جانب سے لبنان یا حزب اللہ پر حملے کا آپ امکان دیکھتے ہیں ؟اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔

جواب: سوال کے جواب کی مکمل وضاحت کے لئے ضروری ہوگا کہ ہم حریری خاندان اور سعودی عرب کے تعلقات کو پہلے بیان کریں: حریری سعودی عرب کا فرمانبردار وتابعدار رہے اور اگر سعودی خاندان برطانیہ کا وفادار ہے تو یہی بات حریری، اس کے برتاؤ اور لبنان میں اس کی پالیسی میں ظاہر ہو گا اور اگر سعودی حکمران امریکہ کا وفادار نکلا ہو تو یہی کچھ حریری سے ظاہر ہو گا چنانچہ ہمارا جواب اس طرح ہے۔

1۔لبنان کے سابق صدر مائیکل سلیمان کی صدارتی میعاد مئی 2014 میں ختم ہو گئی تھی اور اس وقت سعودی عرب کا حکمران شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز تھا اور چونکہ شاہ عبداللہ برطانیہ کا وفادار تھا اور حزب اللہ کا ارادہ مائیکل اعون کو لبنان کا صدر بنانے کا تھا اور یہ سب جانتے ہیں کہ حزب اللہ اور اعون دونوں کی پشت پناہی پر امریکہ کا حمایتی ایجنٹ ایران تھا چنانچہ شاہ عبداللہ اعون کے صدر بنائے جانے کے لئے راضی نہیں تھا لہٰذا اس نے سعد حریری کو حکم دیا کہ وہ اعون کی صدارت کی مخالفت کرے اور سعد حریری کی اپنی پالیسی سعودی پالیسی یعنی عبداللہ کی پالیسی سے بندھی ہوئی ہے۔ چنانچہ مئی 2014 میں صدر مائیکل سلیمان کی صدارتی میعاد ختم ہونے کے بعد سے لبنان کے صدر کا عہدہ گذشتہ تقریباً ڈھائی سال سے خالی تھا اور پیر کے روز 31 اکتوبر 2016 کو لبنان کی پارلیمنٹ نے سیشن بلایا اور ریپبلک کے صدر کے طور پر اعون کا الیکشن کیا۔

2-اس تبدیلی کے لئے جو چیز کام کر گئی وہ سعودی عرب میں حکومت کا تبدیل ہونا تھا۔ سعودی بادشاہ عبداللہ 23 جنوری 2015 کو فوت ہوا اور اس کے بعد اس کے بھائی سلمان نے اقتدار سنبھالا۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ شاہ سلمان امریکہ نواز ہے، چنانچہ سلمان نے بادشاہ بننے کے ساتھ شاہ عبداللہ کے برطانیہ نواز بیٹوں اور اس کے حامیوں کے پر کترنے شروع کر دیئے تھے جب تک اس نے اقتدار پر پوری طرح اپنی گرفت مضبوط نہیں کر لی۔ جب معاملات اس کے قابو میں آگئے اور الیکشن کے ذریعہ اعون کو صدر بنا کر لبنان کی صورت حال کو امریکہ اپنی مرضی کے مطابق مستحکم کرنا چاہتا تھا چنانچہ امریکہ نے شاہ سلمان کو حکم دیا تاکہ وہ سعد حریری کو اس کی مخالفت سے باز آنے کا حکم کرے چنانچہ اسی لئے سعد الحریری اعون کے پاس جا کر اس سے راضی ہوا اور اس کو صدارت کے لئے نامزد کیا۔دوسرے لفظوں میں شاہ عبداللہ کے دور سے سعد حریری کی سربراہی میں چلی آرہی اعون کی مخالفت اب سلمان کے دور میں ختم ہوئی ہے !!(صدر سعد الحریری نے اپنی رہائش گاہ بیت الوسط سے آکر مائیکل اعون کو اپنے بلاک کے ممبران کی موجودگی میں ریپبلک کے صدر کے لئے نامزد کیا جس کی سربراہی صدر فواد سینیورا اور ممبر پارلیمنٹ باہیا حریری کر رہے تھے، بعدازاں اس نے ایک تقریر کی جس میں کہا کہ :"جس معاہدے کے نقاط پر ہم نے اتفاق کیا ہے اس کی بنیاد پر میں آپ کے سامنے مائیکل اعون کو ریپبلک کے صدر کے عہدہ کے لئے نامزد کرتا ہوں۔۔"(An-Nahar 20/10/2016)

اور اس کے بعد 31/10/2016 کو پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد ہوا اور اعون کو لبنان کا صدر منتخب کیا گیا۔۔"المستقبل بلاک کے سربراہ سعد الحریری کے تعاون سے صدارتی انتخاب کیا جاسکا جبکہ سابق لبنانی صدر مائیکل سلیمان کی مئی 2014 میں میعاد ختم ہونے کے بعد سے صدر کی یہ جگہ دو سال پانچ مہینوں سے خالی تھی"(العربیہ-31/10/2017)۔ چنانچہ اعون کا سعودی عرب کا دورہ اس کے اظہار تشکر کے لئے تھا! جیسا کہ اوپر بیان کیے گئے

حالات سے بھی واضح ہوا ہے کہ حریری سعودی عرب کی حکومت کی تابعداری کرتا ہے چنانچہ وہ مخالفت یا حمایت جو بھی کرے تو یہ سعودی حکمران کی جانب سے دیئے جانے والے حکم کے مطابق ہو گی۔

3-ٹرمپ کے امریکہ میں اقتدار میں آنے کے بعد اس نے 20 مئی 2017 کو سعودی عرب کا دورہ کیا تھا اور ایران اور حزب اللہ کے خلاف بیانات دیئے۔ اس نے جان بوجھ کر 50 مسلم مملکتوں کے نالائق حکمرانوں کے سربراہی اجلاس میں یہ بیان دیا تاکہ ان کی توجہ کو فلسطین کے مسلمانوں کے مسائل سے ہٹا کر ایران پر لگائی جائے اور یہ قدم اگلے اقدام کی تیاری کے لئے تھا جو "یروشلم کو یہودیوں کا دار الحکومت بنانا تھا"۔اور ظاہر تھا اس کے بیانات نے ایران-عرب تنازعہ کو شدید تر بنا دیا تھا اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ سعودی اور اس کے دیگر ایجنٹوں نے بھی اسی شدید انداز کو اختیار کیا اور چونکہ خطے میں ایران کا مرکزی کردار لبنان میں حزب اللہ کی سرگرمیوں اور ملک شام میں مداخلت کا رہا ہے چنانچہ سعودی عرب نے سعد الحریری کو حکم دیا کہ وہ حزب اللہ و ایران کے مخالفت کرے۔ چنانچہ سلمان نے حریری کو سعودی عرب بلایا اور وہیں سے استعفی دینے کو کہا اور اس کی وجوہات بیان کرنے کے لئے حزب اللہ اور ایران کے خلاف سخت کڑے الفاظ میں ایک بیان جاری کرنے کو کہا۔اور اس طرح حریری کو سعودی عرب لایا گیا اور اس نے سخت بیان دیا اور سعودی عرب سے ہی 4 نومبر 2017 کو اپنے استعفی دینے کا اعلان بھی کیا۔

4-امریکہ باخبر ہے کہ اس کے ایران و حزب اللہ مخالف بیانات سے کسی قسم کی لڑائی مراد نہیں ہے اور نہ برپا ہو گی لیکن اس متنازعہ بیان کا مقصد خلیجی ممالک میں ایران کے خوف کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا ہے چنانچہ سعودی اور حریری کی جانب سے اس پیغام کا بھیجا جانا امریکہ کو مطلوب تھا البتہ تنازعہ کو آخری مرحلہ تک طول دینا مطلوب نہیں تھا یعنی دیگر لفظوں میں امریکہ ایران کی پارٹی کو ختم نہیں کرنا چاہتا ہے البتہ لبنان میں کسی تنازعہ کو بھڑکائے بغیر ایک نپا تلا پیغام بھیجنا چاہتا تھا اور اس کے لئے امریکہ نے سعودی حکومت کو حالات کو پرسکون کرنے کے لئے کہا یعنی وہ حریری کو اپنی آواز میں نرمی لانے کا حکم دے۔ النّشرہ ویبسائٹ پر 4 دسمبر 2017 کو رپورٹنگ ہوئی کہ "سعودی ولی عہد محمد بن سلمان نے کوئی بھی قدم امریکہ میں ٹرمپ کے اقتدار سنبھالنے کے بعد مکمل و براہ راست امریکی تعاون واشتراک کے بغیر نہیں اٹھایا ہے بالخصوص امریکی صدر کے سینئر مشیر جیر ڈ کشنر کے مشرق وسطی کے دوروں کے بعد کیے گئے اقدامات جو کہ ٹرمپ کا داماد بھی ہے اور یہ دورے میڈیا میں شائع ہونے سے دور رہے۔ کشنر اور اس کے ہمراہ آیا امریکی وفد سعودی عرب میں چار دنوں تک مقیم رہا جس کے دوران ان کے بارہا مصر، اردن اور اسرائیل کے دورے ہوتے رہے۔ کشنر کے جانے کے تقریباً دو ہفتے بعد لبنان کا بحران اور سعودی عرب میں گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ لبنان میں آئے زبردست سیاسی بحران کے دوران ان ملاقاتوں کے نتائج ظاہر ہونا شروع ہوئے کہ سعودی عرب کے ولی عہد اور امریکہ کے درمیان لبنان کے معاملے میں یہ مفاہمت طے تھی کہ حزب اللہ پر دباؤ بنایا جائے گا تاکہ خطے میں وہ اپنی جسامت کو کم کرے کیونکہ وہ زیادہ بڑھ گئی ہے چنانچہ اس عنوان کے تحت سعودی ولی عہد نے لبنان کے وزیر اعظم سعد الحریری کے ذریعہ لبنانی حکومت کے خلاف حملہ بول دیا اور اس طرح مائیکل اعون کے ساتھ سمجھوتے کے معاہدے کو ختم کر دیا گیا جس کے تحت پچھلے سال صدارتی محل قصر بعبدہ میں مائیکل اعون کی رسائی و داخلہ ممکن ہوئی تھی۔ البتہ سعودی طریقہ کار متشدد اور سیاسی حکمت سے عاری تھا جس کی وجہ سے لبنان کی داخلی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا جبکہ امریکی ادارے بارہا اس بات کو دوہرا رہے تھے کہ حزب اللہ پر جو دباؤ بنایا جائے گا وہ اس حد تک بنایا جائے گا کہ اس سے صورت حال دھماکہ خیز نہ بن جائے البتہ جب حالات قابو سے باہر ہونے لگے تو امریکی ادارے اس بناء پر حرکت میں آئے کہ لبنان کی سلامتی ٹوٹنے کو ہے"۔-(An-Nashra website: 04/12/2017)

5-اس طرح حریری نے سعودی عرب کے کہنے پر نرمی اختیار کرنا شروع کر دی اور سعودی عرب نے ہزیمت چھپانے کے لئے فرانس کے صدر کو بلایا اور بات چیت کی اور اس نے بھی حریری سے ملاقات کی اور پھر حریری نے فرانس کا سفر کیا اور پھر یہ ظاہر کرنے کے لئے مصر کا رخ کیا کہ وہ موزوں قدم اٹھانے کی خاطر ان سے مشاورت کر رہا ہے جبکہ اس کے سفر پر نکلنے سے قبل ہی اس ڈرامے کو سعودی عرب میں لکھ دیا گیا تھا تا کہ حریری نرم ہو جائے اور استعفی نہ دے اور اس تعلق سے اس طرح واقعات سامنے آئے: حریری 21 نومبر 2017 کو لبنان واپس لوٹا اور پھر 22 نومبر 2017 کو اعلان کیا کہ وہ اپنے استعفی دینے کے فیصلے پر نظر ثانی کرے گا اور پھر حزب اللہ کے خلاف بڑی حد تک نرمی پیدا کر کے بات کی کہ حزب اللہ اپنے گھر پر تو ہتھیار استعمال نہیں کرتا ہے گویا کہ وہ دوسروں کو یہ دھوکہ دینے کے لئے پہلے خود کو بے وقوف بنا رہا تھا اور بھول گیا تھا کہ اس کے استعفی واپس لینے اور 5 دسمبر 2017 کو اپنی چیئرمین شپ میں کابینہ کی میٹنگ منعقد کرنے سے قبل تک حزب اللہ نے کئی دفعہ لبنان میں ہتھیاروں کا استعمال کیا ہے۔ حریری نے اپنے بیان میں کہا کہ: "حکومت کے تمام ممبران کی جانب سے دیگر عرب ممالک کے معاملات میں مداخلت کرنے سے دور رہنے کے متعلق تصدیق آنے سے اب صورت حال تھم گئی ہے"، اور اس نے یہ بیان تب دیا جبکہ حزب اللہ کے جنگجو ملک شام میں صبح شام لڑائی کر رہے ہیں۔

6- خلاصہ یہ ہے کہ حریری سعودی عرب کی حکومت اور اس کے حکمران کی پالیسی کی تابعداری کرتا ہے اور اس کی وفاداری اس کے اپنے احکام سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ بات ڈھکی چھپی ہوئی نہیں ہے کہ اس کے متعلق لوگوں کو دھوکے میں رکھنے کی کوشش بے کار ہے۔

چنانچہ کیا ایران اور اس کی پارٹی کے اثر و نفوذ کو کم کرنے کی کوشش کی جائے گی؟ تو یہ ممکن ہے البتہ یہ ملک شام کے متعلق امریکی حل کو خاطر خواہ کامیابی ملنے کے بعد ہی ہو گا چنانچہ جب ایران اور حزب اللہ کا کردار مکمل ہو جائے گا تو ملک شام سے ان کا انخلاء ہو سکے گا اور ایران اور اس کی پارٹی کے عسکری کردار میں کمی واقع ہو گی۔ آپ جان لیں کہ حزب اللہ ایرانی حکومت کی تابعدار ہے جس طرح حریری سعودی حکومت کا تابعدار ہے چنانچہ ایسی امید کی جا سکتی ہے کہ اگر ملک شام کا مسئلہ حل ہوا تو ایران کے انخلاء کے لئے کچھ بندوبست کیا جائے گا، اسی طرح اس کے بعد ایران کی پارٹی حزب اللہ کے انخلاء کا بھی بندوبست کیا جائے گا۔

اور کیا یہودی ریاست کی جانب سے لبنان یا حزب اللہ پر جارحیت کا امکان ہے؟ تو اس کا انحصار ملک شام کے حل کے بندوبست پر ہے اور اس حل کا انحصار موجودہ اور نئی بننے والی صورت حال پر ہو گا۔

21 ربیع الاول 1439 ہجری

9/12/2017